بسم اللہ الرحمن الرحیم

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

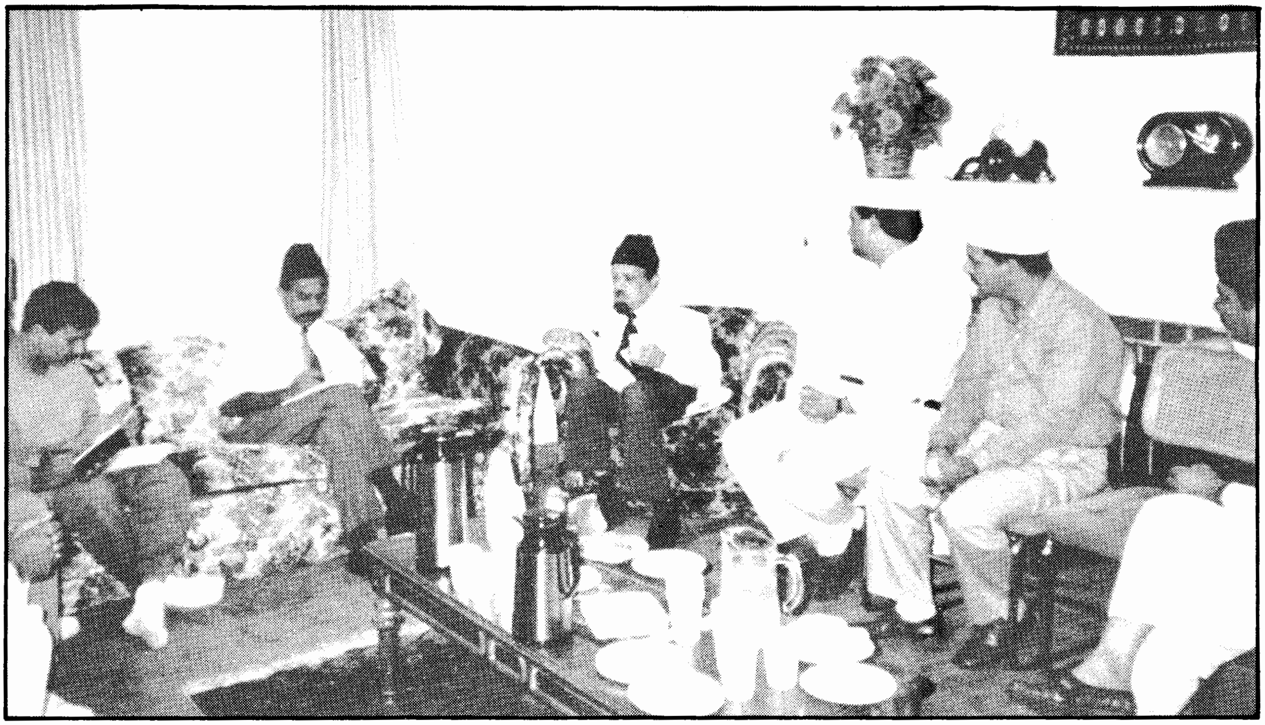


مورخہ ۱۲، ۱۳، ۱۴ اگست کو مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ اجتماع کے دوسرے روز عاملہ کے ممبران کی محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت امریکہ کے ساتھ واشنگٹن مشن ہاؤس میں میٹنگ کے بعد لیا گیا گروپ فوٹو۔

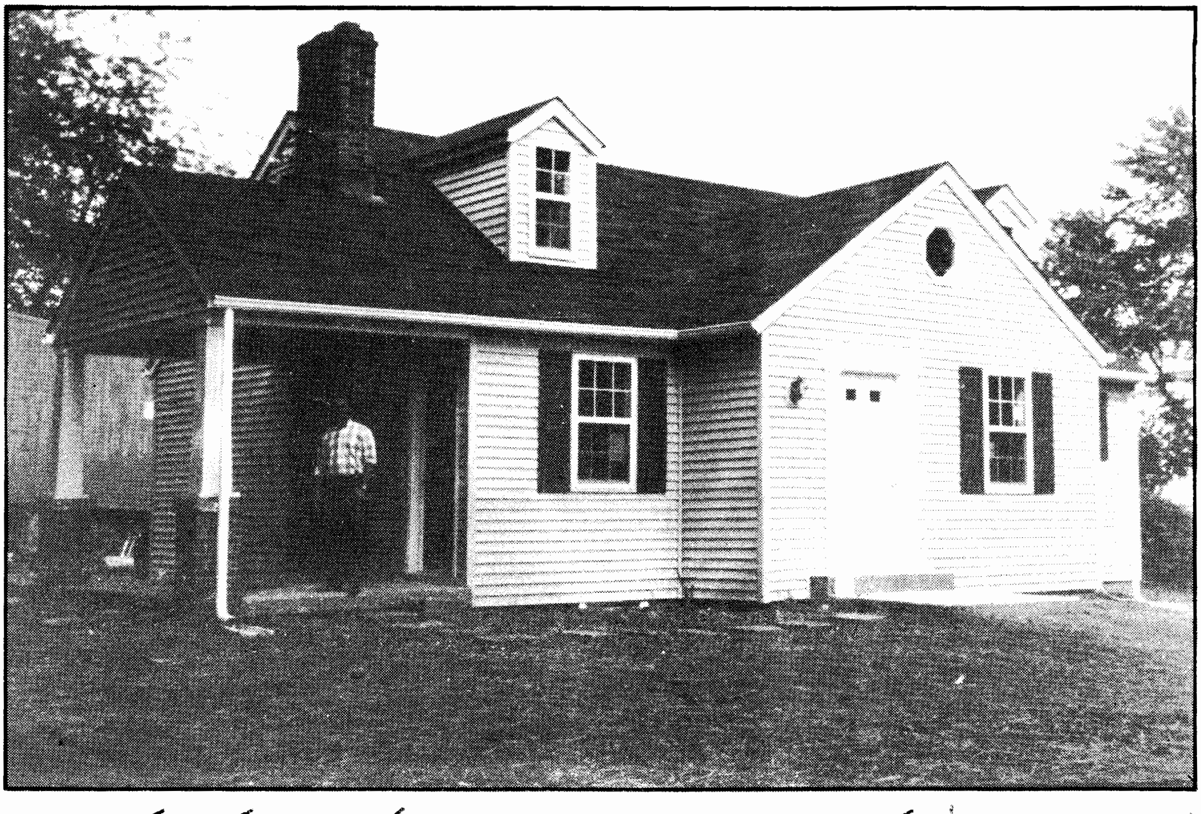
The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by the **Ahmadiyya Movement in Islam,** Inc.
2141 Leroy Place, N.W., Washington, DC 20008. Ph: (202)232-3737
Printed at the Fazl-i-Umar Press and distributed from Chauncey, OH 45719

NON PROFIT ORG.
U.S. POSTAGE
P A I D
CHAUNCEY, OHIO
PERMIT # 1

Ahmadiyya Movement in Islam, inc.
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719



مورخہ ۱۲، ۱۳، ۱۴ اگست کو مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ اجتماع کے دوسرے روز عاملہ کے ممبران کی محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت امریکہ کے ساتھ واشنگٹن مشن ہاؤس میں میٹنگ کے دوران کا ایک منظر۔



مسجد بیت الرحمٰن کے پاس پرانا مشن ہاؤس جسے مکمل مرمت کے بعد کینیڈا جماعت کی طرف سے لگائے جانے والے ارتھ سٹیشن کیلئے پیش کر دیا گیا ہے۔

القرآن الحکیم

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿۷۳﴾
لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِينَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۷۴﴾

ہم نے کامل امانت (یعنی شریعت) کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ لیکن اس کے اٹھانے سے انہوں نے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے لیکن انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ وہ یقیناً بہت ظلم کرنے والا (اور) عواقب سے بے پرواہ تھا۔

(ہمارے اس شریعت کے بوجھ لادنے کا) نتیجہ یہ ہوا کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اللہ نے عذاب دیا۔ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں پر فضل کیا اور اللہ ہے ہی بڑا بخشش کرنے والا (اور) بار بار کرم کرنے والا ——— (سورۃ الاحزاب)

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمُرَةُ وَأَبُو أُمَامَةَ فَقَالَ إِنَّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ لَيْسَ مِنَ الْإِسْلَامِ فِي شَيْءٍ إِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ إِسْلَامًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔

——— (رواہ احمد بسند جیّد)

سیدنا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ خلق کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مجلس میں جس میں سمرہؓ اور ابوامامہؓ بھی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس مجلس میں حضورؐ نے فرمایا بدخلقی، بدکلامی، بے حیائی کا زبان پر لانا یا بے حیائی کے کام کرنا۔ گالی گلوچ اور بے حیائی کے ارتکاب میں حد سے بڑھ جانے کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اور اسلام کے اعتبار سے سب سے اچھا انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

ایڈیٹر : ظفر احمد سرور
نائبین : سید غلام احمد فرخ
میاں محمد اسماعیل وسیم
عبد الشکور احمد

ستمبر ۱۹۹۴ء
تبوک ۱۳۷۳ ہش
ربیع الاول / الثانی ۱۴۱۵

امام الکلام

سچی اطاعت اور محبت کا اثر

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا جس کے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے۔ تو محبت اور اطاعت اور پیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور جس طرح بذریعہ دوا مرض سے ایک انسان پاک ہو سکتا ہے ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور جس طرح نور ظلمت کو دور کرتا ہے۔ اور تریاق زہر زائل کرتا ہے۔ اور آگ جلاتی ہے ایسا ہی سچی اطاعت اور محبت کا اثر ہوتا ہے۔ دیکھو آگ کیونکر ایک دم میں جلا دیتی ہے پس اسی طرح پر جوش نیکی جو محض خدا کا جلال ظاہر کرنے کیلئے کی جاتی ہے وہ گناہ کا خس و خاشاک بھسم کرنے کے لئے آگ کا حکم رکھتی ہے۔ جب ایک انسان سچے دل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی تمام عظمت اور بزرگی کو مان کر پورے صدق و صفا اور محبت اور اطاعت سے آپکی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ کامل اطاعت کی وجہ سے فنا کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ تب اس تعلق شدید کی وجہ سے جو آپؐ کے ساتھ ہو جاتا ہے وہ الٰہی نور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا ہے اس سے یہ شخص بھی حصہ لیتا ہے۔ تب چونکہ ظلمت اور نور کی باہم منافات ہے۔ وہ ظلمت جو اس کے اندر ہے دور ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کوئی حصہ ظلمت کا اس کے اندر باقی نہیں رہتا اور پھر اس نور سے قوت پا کر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں اس سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اس کے ہر عضو میں سے محبتِ الٰہی کا نور چمک اٹھتا ہے۔ تب اندرونی ظلمت بکلّی دُور ہو جاتی ہے اور علمی رنگ سے بھی اس میں نور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور عملی رنگ سے بھی نور پیدا ہو جاتا ہے۔ آخر ان نوروں کے اجتماع سے گناہ کی تاریکی بھی اس کے دل سے کوچ کرتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نور اور تاریکی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ایمانی نور اور گناہ کی تاریکی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ایسے شخص سے اتفاقاً کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا تو اس کو اس اتباع سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آئندہ گناہ کی طاقت اس سے مسلوب ہو جاتی ہے اور نیکی کی طرف اس کو رغبت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ آپ قرآن شریف میں فرماتا ہے حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ۔

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ نمبر ۵ صفحہ ۲۰۲ بحوالہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی صفحہ ۱۶-۱۵ا)

دعوت الی اللہ ـ حکمت اور دلکش نصیحت سے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ ۸۔ نومبر ۹۱ء سے اقتباس

آپ نے فرمایا:۔

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ ۔ اپنے رب کی راہ کی طرف بنی نوع انسان کو حکمت کیساتھ بلاؤ. تلوار یا جبر کے ساتھ نہیں. ڈانٹ ڈپٹ کر اور دھمکا کر نہیں بلکہ حکمت کے ساتھ بلاؤ۔ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اور نیک نصیحت کے ذریعے، ایسی دلکش نصیحت کے ذریعے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچ لے۔ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اور بالآخر اگر مقابلہ کرنا ہی پڑے تو بہترین رنگ میں مقابلہ کرو. سب سے اچھے دلائل کو اختیار کرو. احسن رنگ میں یعنی دلکش انداز میں ان دلائل کو پیش کرو کیونکہ مقصد دل جیتنا ہے نہ کہ لوگوں کو شکست دینا. پس یہ وہ دل اور حقیقی جہاد ہے جس کی طرف قرآن کریم ہر مومن کو بلاتا ہے اور اس جہاد کے اسلوب سے بڑے واضح طور پر آگاہ فرماتا ہے۔ وہ ہتھیار بھی بیان کر دیئے جو اس جہاد میں استعمال ہونگے۔ اس آیت کریمہ کے علاوہ اسی مضمون پر اور بھی آیات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ (دعوت الی اللہ) کیلئے صبر کی بڑی ضرورت ہے. حکمت کے علاوہ دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے. چنانچہ انبیاء کرام کے طریق (دعوت الی اللہ) کو جو قرآن کریم نے کھول کر بیان فرمایا اس میں دعاؤں کا مضمون بھی ساتھ ساتھ اسطرح شامل ہے جیسے زندگی کے ساتھ سانس شامل ہوں اور یہاں حکمت کے لفظ کو تو اختیار فرمایا. موعظہ حسنہ کا ذکر کیا اور جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ کا ارشاد ہوا لیکن دعا کا ذکر نہیں۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ حکمت کے اندر سب سے پہلے دعا آتی ہے ...... چونکہ مومن کی ہر تدبیر کارگر ہونے کیلئے دعا کی محتاج رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اسلئے حکمت کے لفظ میں سب سے پہلے دعا کا مضمون شامل ہے۔ اور حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جو عظیم الشان انقلابی فتح اپنے مدِمقابل پر حاصل فرمائی اور گنتی کے چند سالوں میں یہ حیرت انگیز بے مثل معجزہ کر دکھایا کہ سارے عرب کی کایا پلٹ دی۔ ایسے مخالف اور جاہل عرب کی کایا پلٹ دی جو کلیتہً متحد ہو کر آپ کو اور آپ کے پیغام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر تُلا بیٹھا تھا۔ ایسا عجیب انقلاب وہاں برپا ہُوا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ (سورۃ السجدہ آیت ۳۵)

اچانک تُو یہ دیکھے گا کہ وہ لوگ جو میری ہدایت کے مطابق حکمت اور موعظہ حسنہ وغیرہ سے (دعوت الی اللہ) کرتے ہیں اور صبر سے کام لیتے ہیں ان کی کوششیں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیں گی۔ اِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ اچانک تُو یہ دیکھے گا کہ وہ جو تیرے خون کا پیاسا تھا۔ جو تیرا دشمن تھا وہ تیرا جاں نثار دوست بن چکا ہے"

رسومات شادی بیاہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی پُرمعارف ہدایات

پیارے مکرم مجیب الرحمٰن صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے مجلس شوریٰ ۱۹۹۱ء کے ایجنڈا کی تجویز نمبر ا کے بارہ میں تشکیل کردہ سٹینڈنگ کمیٹی بابت رسومات شادی بیاہ کی رپورٹ زیر نمبر ۸۸/ا مورخہ ۹۲-۷-۸ ملی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ شادی بیاہ کے موقعہ پر آئے ہوئے مہمان دو قسم کے ہیں۔

۱۔ ایک وہ جو باہر سے آئے ہوئے ہوں۔ خواہ وہ بارات سے تعلق رکھتے ہوں یا لڑکی والوں کے عزیز اور دوست ہوں۔ ان کے قیام اور رہائش وغیرہ کی ذمہ داری چونکہ بلانے والوں کا اوّلین فرض ہے۔ اس لئے خواہ وہ ان کے گھروں میں ٹھہریں یا نہ ٹھہریں۔ جب بھی تقریبات میں شمولیت کے لئے آئیں ان کی حسب توفیق ماکولات سے خدمت کرنا بنیادی فریضہ ہے جو (دینِ حق) کی اکرامِ ضیف کی تعلیم کے تابع دوسرے غیر مسلموں کے مقابل پہ (دینِ حق) میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

۲۔ دوسری قسم عام مقامی مہمانوں کی ہے۔ اس قسم میں مختلف نوع کی مزید تقسیمیں پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ مہمان ہیں جو گاؤں یا چھوٹے قصبات سے ہیں جہاں فاصلے کوئی نہیں۔ کھانا گھروں میں کھا کر بے تکلفی سے دعا کی نیت سے تقریب میں شرکت کی جا سکتی ہے۔ ایسے مہمانوں کے لئے کھانے کا تردّد کرنا اور بوجھ اٹھانا ایک بے ضرورت تکلیف ہے۔ جبکہ اکرامِ ضیف کا حق ادا کرنے کے لئے کوئی مشروبات یا تھوڑی سی مٹھائی پیش کی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں دیہاتی معاشرے اور شریکے کی روایات کے پیشِ نظر اگر کھانے کا اہتمام وہاں کروایا جائے تو بہت زیادہ دکھاوے اور ضیاع کے احتمالات ہیں۔ اس لئے بہتر ہو کہ ایسی جگہوں پر بلاوجہ دوبارہ مہمانوں کو کھانا پیش کرنے کے رواج کو جاری نہ کیا جائے۔ ہاں معمولی خاطر مدارات میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مقامی مہمانوں کی دوسری قسم وہ ہے جو بڑے شہروں سے تعلق رکھتی ہے۔ مثلاً کراچی، لاہور، اسلام آباد، راولپنڈی وغیرہ۔ ایسی جگہوں پر عموماً احمدیوں کو غیر احمدی دوستوں اور تعلق والوں کی تقریبات شادی پر بھی جانا پڑتا ہے۔ اگرچہ ایسی جگہوں پر کھانا پیش کرنے میں کوئی حرج دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن ضروری نہیں۔ کہ کھانے سے ہی تواضع ہو۔ فرق اچھا نہیں لگتا کہ غیر احمدی اور باہر سے آئے ہوئے مہمان کھانا کھا رہے ہوں اور مقامی دوست اور مہمان موقع پر سرک جائیں گویا کھانا حرام ہے۔ اس لئے حتی المقدور یکجہتی اختیار کرنی چاہیئے۔ اگر دوسرے مہمانوں کو کھانا پیش کیا جا رہا ہے تو احمدی مہمانوں کو بھی کھانا پیش کیا جائے،

ہاں دعوت تعداد کے لحاظ سے بھی اور کھانے کی قسم کے لحاظ سے بھی حسب توفیق دینی چاہیئے۔ اگر یہ رخصت دکھاوے اور ضیاع اور اسراف پر منتج ہوگی تو بعید نہیں کہ پھر کسی وقت جماعت یہ انتظامی فیصلہ کرلے۔ کہ اس سے کلیتہً احتراز کیا جائے۔ اس لئے میانہ روی میں ہی سلامتی ہے اور میانہ روی ہی کی تعلیم دینی چاہیئے اور امراء کو ان امور میں ناصح اور نگران کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اگر رائے عامہ میں میانہ روی ہو اور وہ زیادہ تکلفات کو پسند نہ کریں تو ایک آدھ دعوت میں شرکت کرنے والے اگر یہ اظہار کردیں تو آئندہ ایسے رجحانات کی حوصلہ شکنی کے لئے کسی انتظامی تعزیری کارروائی کی بھی ضرورت نہیں۔ جماعت کو یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ عام روزمرّہ کے جماعتی تقاضوں پر سزا دینے کا اور تعزیر کی دھمکی دے کر نیکیوں پر قائم رکھنے کا رجحان آخر کار نفع مند ثابت نہیں ہوسکتا اور بعید نہیں کہ فوائد کی بجائے نقصانات زیادہ اٹھانے پڑیں۔ جو طریق کار قرآن کریم نے سمجھایا ہے وہی بہترین ہے اور دیرپا گہرا اثر رکھنے والا ہے اور وقت گزرنے پر کمزور نہیں پڑتا بلکہ مزید مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور وہ اُمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام ہے۔ بد رسوم کے خلاف بھی اس کو استعمال کرنا چاہیئے۔ بے پردگی اور فحاشی کے رجحانات کو روکنے کے لئے بھی اسے ہی استعمال کرنا چاہیئے اور نیک رسم و رواج کے قیام کے لئے بھی اور میانہ روی کو جماعتی کردار کا حصّہ بنانے کے لئے بھی یہی سب سے مؤثر طریق ہے۔ ہمارا روزمرّہ کا تجربہ بتاتا ہے کہ اگر ایک بات پر دشمن نہیں بلکہ اپنے بھی وقار اور متانت سے غلطی کی طرف توجہ دلانا شروع کریں تو ان چیزوں کا شوق ہی بجھ جاتا ہے اور طبیعت بے کیف سی ہوجاتی ہے۔ اس لئے یہی مناسب طریق ہے اور یہی ہتھیار ہے جماعت کے ہاتھ میں جس کو نظام جماعت باقاعدہ نظم و ضبط کے ساتھ جاری کرے اور اس کو نشوونما دے۔

ایک اور امر یہ پیش نظر رہنا چاہیئے کہ جب آپ ان چیزوں کی اجازت دیں گے تو بہت سے غریب ایسے رہ جائیں گے جن کو توفیق نہیں ہوگی اور جن پر بوجھ پڑے گا۔ اس کا علاج میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر صاحب توفیق لوگوں میں یہ تحریک کی جائے کہ آپ دعوتوں میں اسراف نہ کریں بلکہ صاف ستھرا اچھا لیکن بے تکلف کھانا دیں اور ان اخراجات میں اس نیّت سے بچت کریں کہ آپ کے شہر کے کسی اور غریب احمدی کی بچی کی سفید پوشی رخصتی میں کوئی غربت حائل نہ رہے۔ چنانچہ مستقلاً ایک ایسا فنڈ جاری کردیا جائے جس میں شادی بیاہ کے موقعہ پر نہ صرف دونوں خاندان محض للہ حصّہ لیں بلکہ جماعت کے متمول دوستوں میں مستقلاً ایک تحریک جاری رہے کہ غریب بچیوں کی شادی کے لئے وہ ضرور اپنے اموال میں سے کچھ خرچ کریں۔ اور جن بچیوں کے رخصتی کے وقت ان کے پاس مہمانوں کی معمولی آؤ بھگت کے لئے بھی کچھ نہیں ہوگا۔ ان کو اس فنڈ سے مدد دی جائے اور ایک صاف ستھرے لیکن غریبانہ معیار پر ان کے متفرق اخراجات کا بوجھ اُٹھا لیا

جائے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں جماعت کے متمول دوست یقیناً خوشی سے دل کھول کر حصہ لیں گے۔ بلکہ یہ رواج بھی دینا چاہیئے کہ لوگ اپنے آپ کو کسی نہ کسی غریب بچی کی شادی کروانے کے لئے پیش کریں۔ ایسی صورت میں یہ بھی ضروری نہیں کہ جماعت کی وساطت سے ایسا کریں۔ اگر وہ مناسب سمجھیں تو بعض خاندانوں کے ساتھ بعض خاندانوں کا ایسا تعلق قائم کروایا جاسکتا ہے کہ غریب بچیوں کو ایک سہارا میسر آجائے۔

میری اہلیہ نے وفات کے دنوں میں اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ چار بچیوں کی شادی وہ خود کرانا چاہتی ہیں۔ چنانچہ میں خدا کے فضل سے چار سے زیادہ شادیاں کرواچکا ہوں اور ہر دفعہ ایسا کرنے پر روحانی لذت نصیب ہوئی ہے۔ میں یہ صرف اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ جماعت میں اس کا رواج پڑ جائے اور یہ جو سوال اٹھتا تھا کہ امیر اگر بچیوں کے رخصتانہ پر زیادہ خرچ کریں گے تو غریبوں کے دل جلیں گے۔ یہ اعتراض اُٹھ جائے گا۔ لیکن یہ بھی احمدی غریبوں پر ایک الزام ہے۔ میں تو احمدی غریبوں کو بڑا حوصلے والا سمجھتا ہوں۔ ان پر یقیناً قرآن کریم کی یہ تعلیم صادق آتی ہے کہ:۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ (سورۃ الحجر: ۸۹)

اس لئے ان کو خواہ مخواہ حریص یا حاسد سمجھتے ہوئے اپنی طرف سے اس رنگ میں دلداری کرنا کہ امیر بھی اکرام ضیف سے کلیتہً ہاتھ دھو بیٹھیں حقیقی علاج نہیں ہے اور ایسا کرنے سے خاص فائدہ بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ کیونکہ تجربہ نے بتایا ہے کہ کوئی ایسا خاص فائدہ بھی نہیں ہوا۔ جس زمانے میں یہ رواج تھا کہ غریب بھی مہمانوں کی کچھ نہ کچھ خاطر مدارات کیا کرتے تھے تو وہ امیر جو ان میں شامل ہوتے تھے وہ اس سے متأثر ہو کر مخفی ہاتھ سے ضرور کچھ نہ کچھ مدد کیا کرتے تھے۔ اب تو امیروں اور غریبوں کے فاصلے بڑھ گئے ہیں۔ پس نیکی کو رائج کرنے کے لئے نیکی کی رُوح کو سمجھنا ضروری ہے اور یہ بھی بہت ضروری ہے کہ امراء ضرور غریبوں کی شادی پر جائیں اور ان کو بھی موقعہ پر تحائف پیش کریں اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر ان کی غریبانہ روٹی میں شامل ہوں۔ اور اسی طرح غریبوں کو امیروں کی شادیوں میں ضرور بلوایا جائے اور ان کی غربت سے شرم نہ کی جائے بلکہ ان کا دعوت قبول کر کے بے جھجک امیرانہ لباسوں میں ملبوس مہمانوں میں شامل ہو جانا دراصل ان کی ایک قربانی ہے۔ اس پہلو سے ان کے آنے کو باعثِ عزت سمجھا جائے اور غیر احمدی مہمانوں پر یہ بات خوب کھُل جانی چاہیئے کہ سادگی اور غرباء کی عزت کا قیام جماعتِ احمدیہ کے شعار میں داخل ہے۔ اس کے ساتھ ہی ضروری ہے کہ غرباء کی اجتماعی کھانوں کے وقت تربیت کی جائے اور کسی کو موقعہ نہ دیا جائے کہ ان کی غربت کی مجبوریوں پر ہنسے۔ مجھے یاد ہے بارہا میں نے ربوہ میں ایسی دعوتوں میں حصہ لیا ہے جہاں خصوصاً غریب بچے کھانے پر ٹوٹ کر پڑتے تھے۔ اور بعض نسبتاً خوشحال لوگ ان کی اس حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے اور ایسے

جملے کستے تھے جن سے تکبّر کی بُو آتی تھی۔ جب بھی میرے سامنے ایسا ہُوا۔ ان کو مَیں نے سمجھایا کہ خدا کا خوف کرو، تمہیں احساس ہی نہیں کہ جن لوگوں کو عید بقر عید پر گوشت میسّر آتا ہو یا گھر میں کبھی پلاؤ زردے دیکھنے نصیب نہ ہوں ان کو اگر کبھی قسمت سے ایسی دعوت میسّر آجائے تو ان کا بے قابو ہو جانا ان سے زیادہ شہر کے متموّل لوگوں کی بے حسی کی تصویر کھینچتا ہے۔ تاہم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی سنّت کے مطابق جہاں امیروں کو سمجھایا جائے وہاں غریبوں کو سمجھانا بھی تو ضروری ہے اور ان کی تربیت کے لئے سلسلہ کے کارکنان مقرر ہونے چاہئیں جو انہیں محبت اور پیار سے سمجھائیں تاکہ ایسے مواقع پر ان کا طرزِ عمل عین دینی تعلیم کے مطابق ہو۔

جہاں تک قباحتوں کا تعلق ہے دیہات میں وہاں کے حالات کے مطابق اور شہر میں وہاں کے حالات کے مطابق قباحتیں ہیں جو راہ پا رہی ہیں۔ لیکن رسمی اور سرسری طور پر نہیں بلکہ ہر قباحت کی حقیقت تک پہنچ کر اس کے استیصال کی کوشش کی جانی چاہیئے۔ تاکہ منع کرنے والوں کو پتہ چل جائے کہ قباحت ہے کیا۔ مثلاً مہندی کی رسم ہے۔ فی ذاتہٖ اس میں قباحت نہیں کہ اس موقعہ پر بچی کی سہیلیاں اکٹھی ہوں اور خوشی منائیں طبعی اظہار تک اس کو رکھا جائے تو اس میں حرج نہیں لیکن اگر اس کو رسم بنالیا جائے کہ باہر سے دولہا والے ضرور مہندی لے کر چلیں تو ظاہر ہے کہ اس میں ضرور تصنّع پایا جاتا ہے۔ بچی کی مہندی گھر پر ہی تیار ہونی چاہیئے اس کے لئے ایک چھوٹی سی بارات بنانے کا رواج قباحتیں پیدا کرے گا۔ اس موقعہ پر دولہا والوں کی طرف سے باقاعدہ ایک وفد بنا کر حاضر ہونا اور اس موقعہ پر اس کے لوازمات کے طور پر پُر تکلّف کھانے وغیرہ وغیرہ یہ جب ایک رسم بن جائے تو سوسائٹی پر بوجھ بن جاتا ہے اور " وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ " کی رُوح کے منافی ہو جاتا ہے۔ اس بارہ میں بھی دوبارہ سادگی کی طرف لَوٹنا ضروری ہے۔ لیکن اچھی روح یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روح ہی پیشِ نظر رہے۔ اور جیسا کہ کمیٹی نے تجویز کی شق نمبر ۷ کے حوالے سے سفارش کی ہے۔ اس میں تادیبی رنگ نہ ہو بلکہ تربیتی رنگ ہو لیکن بار بار ہو۔ نصیحت اگر ایک دفعہ اثر نہیں کرتی تو پھر کی جائے اور پھر کی جائے حتّٰی کہ ذَكِّرْ کا مضمون جاری ہو جائے اور " إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى " کا نتیجہ ظاہر ہونے لگے۔

جو قباحتیں راہ پکڑ رہی ہیں ان میں سے ایک بے پردگی کا عام رجحان بھی ہے جو یقیناً احکامِ شریعت کی حدود پھلانگنے کے قریب ہو چکا ہے اور شادی والوں کی اس معاملہ میں بے حسی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ معزّز مہمانوں میں بہت سی حیاء دار پردہ دار بیبیاں ہوتی ہیں۔ بے دھڑک انٹ سنٹ فوٹو گرافروں یا غیر ذمہ دار اور غیر محرم مَردوں کو بلا کر تصویریں کھنچوانا اور یہ پرواہ نہ کرنا کہ یہ معاملہ صرف خاندان کے قریبی حلقے تک ہی محدود

ہے۔ اس بارہ میں واضح طور پہ بار بار نصیحت ہونی چاہیئے کہ آپ نے اگر اندرون خانہ کوئی ویڈیو وغیرہ بنانی ہے تو پہلے مہمانوں کو متنبہ کر دیا جائے اور صرف محدود خاندانی دائرے میں ہی شوق پورے کئے جائیں۔

بیہودہ گانوں کا رجحان بھی انہی قباحتوں میں سے ہے۔ بیہودہ گانوں میں "سیٹھنیاں دینیں" بھی شامل ہیں جو مزاح سے بڑھ کر بدتمیزی اور گالی گلوچ اور کھلم کھلا تذلیل کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ ایسی بیہودگیوں کی بجائے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظموں کو رواج دینا اور اسی طرح دوسرے صاف ستھرے کلام کا ذوق پیدا کرنا چاہیئے۔ جماعت میں اور دراصل لجنہ میں اس مضمون پر بھی ایک سوچ اور فکر کے حلقے قائم ہونے چاہئیں کہ خوشی کے اظہار کے ایسے طریق بھی تو سوچے جائیں اور بنائے جائیں جو صاف ستھرے اور پاک ہوں اور مجلسِ عزاء اور مجلسِ شادی میں فرق نمایاں دکھائی دینے لگے۔ صرف راہیں بند کرنا تو کافی نہیں۔ بہتر اچھی اور صحت مند راہیں تجویز کرنا بھی تو ضروری ہے۔ جس سے طبیعتوں پر اچھا اثر پڑے اور محفلیں یادگار بنیں۔ لیکن بدی کی طرف جھکاؤ کے بغیر تاکہ بوریت کی بجائے فرحت پیدا ہو اور دیکھنے والے بھی گہرے نیک تأثر لے کر لوٹیں۔ جماعت نقالی کرنے والی نہ ہو بلکہ جماعت کی نقالی کی جانے لگے۔ یہ جو ہدایات ہیں ان کا تجویز کی شق نمبر ۱ تا نمبر ۱۱ پر آپ کی سفارشات سے تعلق ہے۔

جہاں تک بدرسوم کا تعلق ہے اس بارہ میں پہلے تو کثرت سے ان کی نشاندہی کرنا اور ان کا تجزیہ کرنا اور سمجھانا ضروری ہے کہ کیوں یہ رسوم بد ہیں تاکہ جماعت پر عمومی حجت تمام ہو جائے۔ بعد میں چند ماہ کی کوشش اور محنت کے بعد پھر یہ تنبیہ بھی ہو جائے کہ اگر کوئی احمدی خاندان بدرسوم سے چمٹنے پر اصرار کرے گا تو پھر اس بات کے لئے ذہنی طور پہ اُسے تیار رہنا چاہیئے کہ احتجاجاً کم از کم جماعت کے ذمہ دار احباب اور عہدیدار وغیرہ اجازت لے کر اس تقریب سے الگ ہو جائیں۔ مراد یہ نہیں کہ وہاں کوئی ہنگامہ کر کے الگ ہوں۔ بلکہ دلی معذرت کے ساتھ علیحدگی میں اپنی مجبوری پیش کر کے اجازت لینی شروع کر دیں۔ لیکن اس کے متعلق پہلے بتانا ضروری ہے کہ اگر باز نہ آئے تو پھر ایسا ہوگا۔

غرباء کی شادیوں سے متعلق یہاں میں نے جو بعض حل تجویز کئے ہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ بعینہٖ ہر جگہ نافذ العمل ہوں یا نافذ ہوں۔ کئی مختلف صورتیں ہیں جن کو ملحوظ رکھ کر بہت حد تک ان پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ یہ سوچ فی ذاتہٖ محلِ نظر ہے کہ سب غرباء امیروں کی شادیوں پر رخصتانے کے موقعہ پہ تواضع پیش کرنے سے احساس کمتری میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اوّل تو بڑی تعداد میں ایسے غرباء ہیں جن کو علم ہی نہیں کہ امیروں کے ہاں کیا ہوتا ہے۔ اگر وہ رخصتانے کے موقعہ پر احساسِ کمتری کا شکار ہوتے ہیں تو روزمرّہ کے رہن سہن پر بھی تو یہی صورتحال اطلاق پاتی ہے۔ صرف بیاہ شادی کے ہی نہیں غمی کے اور بیماری کے حالات بھی تو گزرتے

ہیں۔ پھر ویسے ہیں ۔ جو مشکل ان میں پیش آتی ہے اس کا بھی تو حل ہونا چاہیئے۔ غریب صرف لڑکیوں والے ہی تو نہیں ہوتے لڑکے والے بھی ہوتے ہیں۔ ایک بہت وسیع مسئلے کا اتنا مختصر حل تجویز کر دینا ہرگز کافی نہیں ہے۔ رخصتانہ کے موقعہ پر تواضع کرنے کے کچھ فوائد بھی تو تھے جن سے غریب محروم رہ گئے۔ مجھے یاد ہے قادیان میں رخصتانے پر کثرت سے غرباء کو بھی دعوت دی جاتی تھی اور بارہا ان کے لئے مواقع مہیا ہوتے تھے کہ وہ بھی بارہا اچھا کھانا کھا سکیں یا اچھی چائے وغیرہ میں شامل ہو سکیں۔ بار بار ان کو نسبتاً متمول لوگوں کی شادیوں میں شامل ہو کر ساتھ بیٹھنے کا موقعہ ملتا تھا اور جب ہم متمول کہتے ہیں تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ بہت امیر۔ یہ نسبتی بات ہے۔ درمیانے درجہ کے متوسط حال احمدی بھی جب رخصتانے کیا کرتے تھے تو چائے کے ساتھ تواضع پیش کیا کرتے تھے۔ جن میں غریب بھی بڑے شوق سے شامل ہوتے تھے۔ ایسے مواقع سے وہ محروم ہوئے تو یہ بھی سوسائٹی کا ایک نقصان ہے۔ یہ طرز فکر بھی درست نہیں کہ غریب کی شادی پر اس پر غیر معمولی بوجھ پڑتا ہے۔ تواضع ہمیشہ نسبتی چیز ہوا کرتی ہے۔ قادیان ہی میں مجھے یاد ہے کہ بعض غرباء محض چائے کی ایک پیالی اور ساتھ معمولی مٹھائی یا پکوڑے وغیرہ پیش کر دیا کرتے تھے اور امیر جو ان شادیوں میں شامل ہوتے تھے اس شمولیت کے نتیجہ میں ان کو غریب بھائیوں کی ضرورتوں کا پہلے سے بڑھ کر احساس ہوتا تھا۔ اور مخفی ہاتھ سے ان کی مدد کی جاتی تھی۔ پس یہ بھی لازم نہیں ہے کہ جماعتوں میں غریبوں کی شادیوں پر پُر تکلّف اخراجات کرنے کا سامان کیا جائے۔ ہر غریب یہ قبول بھی نہیں کرے گا کہ اس کی کھلم کھلا مدد ہو۔ بہت سے غریبوں میں بھی بڑے عزت دار لوگ ہوتے ہیں جو اگر کچھ نہ بھی کریں تو کسی احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں ہوتے اور عزّت کے ساتھ سر بلندی سے اپنی بچی کو رخصت کرتے ہیں۔ درحقیقت تو یہی بنیادی اعلیٰ انسانی قدر ہے جسے فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ سادگی ضروری نہیں کہ امیروں کی سادگی کو دیکھ کر ہی قبول کی جائے۔ جو سادگی سنّتِ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے نصیب ہوتی ہے۔ اس میں استغناء پایا جاتا ہے۔ قناعت پائی جاتی ہے۔ عزّتِ نفس پائی جاتی ہے۔ اس کی ایک بہت ہی پاکیزہ مثال میرے علم میں مولوی محمد منوّر صاحب کا وہ مضمون پڑھ کر سامنے آئی جو انہوں نے اپنی مرحومہ بیگم کی یاد میں لکھا ہے۔ کس طرح ان کی شادیاں ہوئیں بے حد سادگی کے باوجود عزّتِ نفس پر ایک ادنیٰ بھی داغ نہیں لگا بلکہ ساری زندگی پُر وقار گزری۔ پس یہ سوچ دماغوں پر غالب ہو جانا کہ امیر کی شادی دیکھ کر غریب جلتے رہیں گے اور ان کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ اسلامی سوچ نہیں ہے۔ ہاں اذہان اور قلوب میں مخفی اشتراکیت کے جراثیم سے پیدا ہوتی ہے۔ ہمیں تو لمبی اور مسلسل محنت کے ساتھ جماعت کو حقیقی عزّتِ نفس اور وقار عطا کرنا ہے۔ پس بیاہ شادی کے سلسلہ میں اگر غریب بھائیوں کی مدد کرنی ہے تو ایک رسمی رواج کی صورت میں اس کو فروغ دینا نقصان پہنچا سکتا ہے۔

لیکن احساس کو زندہ رکھنا اور امیروں میں اور متموّل لوگوں میں مسلسل نصیحت کے ذریعہ اس رجحان کو تقویت دینا کہ جو نعمتیں اور خوشیاں خدا تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہیں وہ ان میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ حصّہ اپنے کمزور بھائیوں کو اس طرح پیش کریں کہ ان کی آنکھیں اس کے نتیجہ میں جھکیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہوں۔ قرآن کریم نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے جو اسلوب بیان فرمائے ہیں ان میں یہ بھی نصیحت ہے کہ وہ چیز پیش نہ کرو کہ اگر تمہیں دی جائے تو تمہاری آنکھیں شرم سے جھک جائیں۔ اس میں اگرچہ بظاہر چیز کی طرف اشارہ ہے لیکن میرے نزدیک اس کا مضمون زیادہ وسیع ہے اور چیز پیش کرنے کی طرز بھی اس میں شامل ہے۔ بعض لوگ اچھی چیزیں بھی اس طرح پیش کرتے ہیں کہ لینے والے کا دل سخت شرمندگی محسوس کرتا ہے جبکہ بعض لوگ معمولی چیزیں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ دل کسی قسم کی خجالت محسوس کرنے کی بجائے پیش کرنے والے کیلئے گہری محبت محسوس کرتا ہے۔ قرآن کریم نے جو مضمون بیان کیا ہے اس میں پیش کی جانے والی چیز کے لوازمات اور ماحول بھی شامل ہے۔

پس قرآنی تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآنی اخلاق کو زندہ کرنا ہمارا فرض ہے۔ غریبوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ جو کچھ انہیں توفیق ہے اس کے مطابق کریں اور ہرگز شرمائیں نہیں۔ اور امیروں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ ریاء کاری اور شیطان کے رنگ میں پُرتکلّف اخراجات سے پرہیز کریں۔ اپنی تقاریب میں میانہ روی اور وقار اختیار کریں اور مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ کے تابع ہر نوع کی جو خوشی ہو اس میں اپنے کمزور بھائیوں کا حصّہ رکھیں لیکن جس حد تک ممکن ہو مخفی ہاتھ سے اور عزّتِ نفس کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

آخر پر اس سوال سے متعلق کچھ کہہ کر اس تبصرے کو ختم کرتا ہوں کہ غریبوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اور امیروں کی کم ہے اس صورت میں چند امیر سب غریبوں کے بوجھ کیسے اُٹھا سکیں گے؟

اوّل تو امارت اور غربت کی تقسیم اس طرح برابر نہیں ہے کہ ہر شہر، ہر قصبے اور ہر علاقے میں چند بہت امیر اور چند بہت غریب ہوں۔ یہ نسبتی چیزیں ہیں۔ بعض اضلاع، بعض شہر اور بعض علاقوں کے علاقے غریب ہیں۔ اور عرفِ عام میں جسے امیر کہا جاتا ہے وہ وہاں نہیں ہیں یا فرق بھی ہیں تو معمولی معمولی ہیں۔ وہاں یہی تعلیم افصح اور ابلغ ہے یعنی اقتضائے حال کے مطابق ہے کہ ساری سوسائٹی میں یہ مزاج پیدا کیا جائے کہ جتنی توفیق ہے، اس کے مطابق ضرورتیں پوری کی جائیں اور عملاً یہی ہوتا ہے۔ اگر ڈیرہ غازی خاں کی جماعتیں ہیں تو رخصتانے کے وقت چند کھجوریں پیش کرنا ایک عمدہ تواضع ہے۔ نسبتاً امیر لوگ زیادہ دوستوں کو بلاتے ہیں اور نسبتاً غریب کم کو لیکن معمولی خاطر مدارت حسب توفیق ہر شخص کو کچھ نہ کچھ میسّر آ ہی جاتی ہے لیکن شہری علاقوں میں غریبوں اور امیروں کی نسبت مختلف ہوتی ہے۔ اکثر متوسط یا نچلے درجے کا متوسط طبقہ ہوتا ہے لیکن جو بہت غریب ہیں اور مدد قبول کرنے کے ضرورت مند ہیں اور مزاج کے لحاظ سے اس طرف مائل بھی ہیں، ان کی تعداد اتنی زیادہ

نہیں کہ سنبھالی نہ جا سکے لیکن اگر ہو بھی تو آخری صورت تو بہر حال یہی ہے جو ہمیں لازماً اپنانی ہوگی کہ غربت کو ہرگز باعثِ ذلت نہ سمجھا جائے اور عظمتِ کردار اور نیکی کے باعثِ عزت ہونے کا احساس دلوں میں اور ذہنوں میں جاگزیں کیا جائے۔ محلے داروں کا کام ہے کہ غریبوں کو سمجھائیں کہ تم بیشک کچھ بھی پیش نہ کرو ہم تمہاری شادیوں میں شامل ہوں گے اور عزت کے ساتھ بچی کو رخصت کریں گے۔ پھر انہیں توفیق ہو تو بے شک کچھ خرچ کر دیں ورنہ ان کی شمولیت ہی غرباء کی عزت کا موجب بن سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہاں ممکن ہو لجنہ کی مدد سے کچھ خواتین شادی والے گھروں میں پہلے پہنچ کر صفائیاں کریں اور سادگی سے جو کچھ سجاوٹ ممکن ہو اس کی تیاری میں ان کی راہنمائی اور مدد کریں اور اگر دیں ان کے لئے سادگی سے کچھ پکوڑے یا شکر پارے وغیرہ معمولی قیمت کی مٹھائی تیار کر دی جائے تو یہ ایسا بوجھ نہیں ہے کہ جیسے قصباتی اور شہری جماعتیں برداشت نہ کر سکیں۔ لیکن جس چیز کی کمی محسوس کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ امیر لوگ غرباء کی حالت سے اس طرح باخبر نہیں رہے جس طرح قادیان میں ہوا کرتے تھے۔ نظامِ جماعت کو چاہیئے کہ امیروں کو یاد دہانی کراتے رہا کریں اور اردگرد جہاں کوئی شادی نظر آئے کوشش کریں کہ بعض امیر خاندانوں کے بچے بچیاں اس میں ضرور شامل ہوں۔ کچھ دیں یا نہ دیں، یہ بات خارج از بحث ہے۔ ان کی شمولیت ہی غریب کی دلداری کا موجب بنے گی۔ اور ان کی اصلاحِ نفس کا ذریعہ۔ اسی طرح صرف رخصتانوں پر ہی نہیں ولیموں کے موقعہ پر بھی تو یہی کارروائیاں ضروری ہیں۔ رخصتانے کی تواضع بند کرا کر یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ ہم نے اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا۔ ولیمہ تو فرض ہے۔ اس طرف بھی تو نگاہ رکھنی چاہیئے۔ جس طرح ولیمہ کا فرض چند آدمیوں کو طعام پیش کر کے پورا ہو سکتا ہے ایسے ہی رخصتانہ پر کیوں نہیں ہو سکتا۔ نیز ولیمہ کے وقت رخصتانے کی نسبت زیادہ اخراجات اٹھنے کا احتمال اور امکان ہوتا ہے۔ اس لئے ولیموں کے موقعہ پر بھی ان امور کی طرف توجہ دینی ضروری ہے۔ بہر حال اگر جماعت کی نگاہیں ہمیشہ اس پر مرکوز رہیں اور تقویٰ کے ساتھ جماعت ان معاملات میں کارروائی کرے تو پاکیزہ معاشرتی ماحول میں تمام تمدنی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

پس تواضع کے پیچھے اتنا پڑنے کی بجائے بیہودہ رسم و رواج۔ دکھاوے اور نمائشیں اور تبذیر کے خلاف جہاد کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں مکرم مولوی محمد منور صاحب کی کتاب "ایک نیک بی بی کی یاد میں" ایک اچھی چیز ہے جس کو بیاہ شادی کے موقعہ پر عام کرنا چاہیئے۔ یہ کتاب امیروں کو بھی اور غریبوں کو بھی پڑھانی چاہیئے تاکہ انہیں علم ہو کہ یہ بھی شادی کا ایک طریق ہے۔ اس سے ان کی نفسیاتی اصلاح ہوگی اور بہت سی رسم و رواج کے ازالے کی طرف توجہ پیدا ہوگی اور سچی عزتِ نفس اور وقار کا مضمون سمجھ آئے گا۔

آپ کی رپورٹ اور سفارشات کے ساتھ سٹینڈنگ کمیٹی کے دو ممبران مکرم احمد عمران صاحب آف

راولپنڈی اور مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب بیرسٹر آف کراچی کی طرف سے الگ الگ اختلافی نوٹ بھی موصول ہوئے ہیں۔ مکرم عمران صاحب کا نوٹ تو غیر واضح ہے۔ پہلی ہی دلیل میں وہ اپنی اوپر کہی ہوئی بات کے برعکس بات آخر پہ کہہ رہے ہیں اور نہایت واضح سفارشات میں خواہ مخواہ الجھاؤ پیدا کر رہے ہیں۔

جہاں تک مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب بیرسٹر کے اختلافی نوٹ پر تبصرہ کا معاملہ ہے ان کی یہ دلیل ہی ناقابلِ قبول ہے کہ "۔۔۔۔۔۔ اس پابندی کا بنیادی مقصد غرباء کو تکلیف مالایطاق سے بچانا ہے۔" انہوں نے پہلے بھی مشاورت میں تقریر کی تھی۔ اس میں بھی اسی قسم کا استدلال تھا۔ جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ صرف خلطِ مبحث ہے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں باقاعدہ رخصتانہ کے موقعہ پر تقریب منائی جاتی تھی اس وقت تک یہ کہنا کہ کچھ کھانا وغیرہ پیش نہیں کیا جاتا تھا ایک بالکل بے محل بات ہے۔ مہمانوں کی عزت اور تکریم اور ان کی خدمت میں کچھ ماکولات پیش کرنا، اس کو غیر شرعی قرار دینا درست نہیں۔ چوہدری مبارک احمد صاحب کی سوچ کا رُخ بالکل اور نتائج پیدا کرے گا جو انہوں نے تقریباً بات سمجھنے کے باوجود نظر انداز کر دیئے ہیں۔ یہ استدلال صرف اس حد تک محدود رہے گا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانہ میں بعض دفعہ لڑکی کے والد ہی لڑکی کو خود چھوڑ آیا کرتے تھے اور دعوت پر لوگوں کو بلانے کا کوئی عمل ثابت نہیں تو پھر رخصتانے کی تقریب ہی ناجائز ہے اور اس پر پابندی ہو جانی چاہیئے۔ لیکن اس کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دینا کہ موجودہ حالات کے تقاضوں کے مطابق ہے اور پھر یہ دلیل دینا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانہ میں کسی قسم کی تقریب یا ماکولات وغیرہ پیش نہیں کئے جاتے تھے ایک ایسی بات ہے جس کی بنیاد پہلے قدموں کے نیچے سے نکال دی گئی اور پھر نتیجہ نکالا گیا۔

پس ایک دفعہ پھر یہ ثابت کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس بات کے قطعی شواہد مل جائیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانہ میں اسی طرح تقریب ہوا کرتی تھی جیسی اب عالم اسلام میں رائج ہو چکی ہے اور (دوسری بعض قوموں میں نہیں) اس کے باوجود مہمانوں کو کچھ مشروبات یا ماکولات پیش کرنا مکروہ یا ممنوع سمجھا جاتا تھا تو پھر یہ اجازت دینا نظام جماعت کے اختیار میں ہی نہیں اور ایک مضبوط شرعی مانع ہمارے سامنے آجائے گا۔ میرے علم میں ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی بلکہ رواج ہی مختلف تھا۔ پس اگر اس بات کو محلِ نظر بنایا گیا کہ چونکہ اس زمانہ میں رخصتانے کی تقریب کا رواج ہی کوئی نہیں تھا اس لئے اس کو غیر شرعی ٹھہرایا جائے تو بات یہیں نہیں ٹھہرے گی بلکہ حجۃ اللہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے رفقاء کے مؤقف کو بھی نعوذ باللہ غیر شرعی قرار دینا پڑے گا۔ پس جب تک شریعت کے معاملات پر گہری نظر نہ ہو تو بلاوجہ شرعی دلائل تلاش کرنا اور یہ نہ سوچنا کہ اس کے کیسے کیسے خطرناک نتائج نکل سکتے

ہیں ایک محفوظ اندازِ فکر نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانہ میں تو غرباء اپنی توفیق کے مطابق خدمت کرتے تھے اور انہیں کوئی احساسِ کمتری نہیں تھا۔ یہ کس نے کہا کہ غریب آدمی امیروں کی برابری کرتے ہوئے ویسی ہی مہمانداری کرے۔ غریبوں کی ہزاروں شادیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے متعلق امیروں کو ہوا بھی نہیں لگتی کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور یہ لوگ کن مشکلات میں مبتلا ہیں۔ اس لئے یا تو رخصتانہ کے رواج کو ہی کلیۃً ختم کر دیا جائے ورنہ اکرامِ ضیف کو ... معاشرہ میں جو ایک مستقل شرعی حیثیت حاصل ہے اس کا تکلفات اور دکھاوے سے پاک رکھنا تو ہمارا کام ہے۔ کالعدم کر دینا ہمارا کام نہیں۔ پھر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ امیر لوگ اپنی بچیوں کو اسی طرح دو جوڑے دیں اور معمولی جہیز دیں جس طرح غریب دیتے ہیں۔ اس طرح کی سوچوں سے تو پھر دلیل بہت لمبی ہوتی چلی جائے گی۔ (دینِ حق) صرف عجز و انکسار اور فروتنی ہی نہیں سکھاتا بلکہ استغناء، قناعت اور صبر و رضا بھی عطا فرماتا ہے۔ بہر حال اس قسم کی سوچیں بھی جماعت میں ہیں۔ ان کو سننا اور غور کرنا ہمارا فرض ہے لیکن ساتھ ہی ان کی غلط فہمیوں کی نشاندہی کرنا بھی ضروری ہے۔

بہر حال کمیٹی غور و فکر کے بعد جس نتیجہ پر پہنچی ہے اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ بعینہٖ یہی میرا منشاء تھا جو میں آپ سے سننا چاہتا تھا۔ کمیٹی کی ساری سفارشات ہی بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ تعجب ہے کہ ان میں مذکور دوسری باتوں سے تو صرفِ نظر ہو رہا ہے اور دیکھنے والوں کو صرف کھانا نظر آ رہا ہے۔ کمیٹی کی سفارشات میرے اس تبصرہ کے تابع اور اس کی حدود میں منظور ہیں۔ ان پر عملدرآمد کے سلسلہ میں باقاعدہ ایک مہم چلانی چاہیئے۔ بہتر ہو کہ شادی بیاہ سے کچھ عرصہ پہلے ان مختصر سی نصائح کو چھپوا کر رشتہ شادی میں منسلک ہونے والے خاندانوں کو بھجوا دیا جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور قدم قدم پر راہنمائی اور نصرت فرمائے۔ اللہ آپ کو (دینِ حق) کے اعلیٰ اخلاق کی سچی روح کی حفاظت اور بقاء کے لئے مقبول خدمات کی توفیق بخشے۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

بشکریہ ماہنامہ انصار اللہ جولائی ۹۴ء

احمدی طالبِ علم اسلام اور احمدیت کیلئے کیا کر سکتے ہیں

از حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

تم یہ مت خیال کرو کہ ہم طالب علم ہیں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ دراصل یہی وہ زمانہ ہے جس میں کی ہوئی تیاری بعد کی زندگی میں مفید ثابت ہوتی ہے اور یہی وہ زندگی ہے جس میں آئندہ کام کرنے کے لئے جوش اور ولولہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ تم میں چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی۔ وہ عمر جو چھوٹوں کی ہے وہ بھی ہم پر گذری ہے اور وہ عمر جو بڑوں کی ہے وہ بھی ہم پر گذری ہے۔ اس عمر میں اسلام کی خدمت کا ہم میں ایسا جوش پایا جاتا تھا کہ اس وقت ہم بڑوں کی امداد کے محتاج نہ ہوتے تھے ... تمہیں یہ یقین رکھنا چاہئے کہ بہت بڑے مقصد کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو۔ تمہارے اندر اسلام اور احمدیت کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ایک آگ سی لگی ہونی چاہیئے۔ یہ آگ ہر عمر کے بچہ کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے اور اس سے بڑے بڑے کام کرا سکتی ہے کیونکہ جب یہ آگ پیدا ہو جائے تو کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پس اسلام اور احمدیت کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرو اور اسلام دنیا میں غالب کرنے کے مقصد کو اپنے سامنے رکھا کرو ☆

قرآن کریم کے دو لفظ

اور

زمانۂ حال کی ایجاداتِ نَو

از : مولانا ظفر محمد صاحب ظفر مرحوم

عربی زبان چونکہ الہامی زبان ہے اس لئے اس میں دوسری زبانوں کے مقابلہ میں بعض ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو اسی کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کے الفاظ اپنے معنی پر آپ دلالت کرتے ہیں اور اس کے اسماء اپنے مسمات کی وجہ تسمیہ پر خود روشنی ڈالتے ہیں اور یہ خوبی وہ ہے جس کو قرآن کریم نے بھی عربی مبین کے الفاظ سے ظاہر فرمایا ہے۔ سو عربی زبان کی اس خوبی کی بناء پر قرآن کریم کے دو لفظوں رَفْرَف اور هُدْ هُدْ کی حقیقت پیش خدمت ہے۔

لیکن ان الفاظ کی لغوی تحقیق سے پہلے دو باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

◎ اوّل یہ کہ قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے جس قدر واقعات بیان کئے گئے ہیں ان کی حیثیت صرف تاریخی قصّوں اور کہانیوں کی نہیں ہے اور نہ ہی وہ صرف ماضی کے واقعات ہیں بلکہ وہ پیشگوئیاں ہیں جن کا تعلق اُمّتِ محمدیہ اور دشمنانِ اسلام کے مستقبل کے ساتھ ہے اور مستقبل کی ضرورت کے مطابق سابقہ انبیاء کے احوال کو الگ الگ موقع پر بیان کیا گیا ہے ◎ دوم یہ کہ قرآن کریم میں جزا و سزا، ثواب و عقاب، حشر و نشر اور جنت و جہنم کے متعلق جس قدر آیات آئی ہیں اُن سب کا ادنیٰ نمونہ پہلے اس دنیا میں دکھایا جاتا ہے تاکہ وہ نمونہ بعد موت کے احوال کے ایک زندہ گواہ کا کام دے سکے۔ اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ

جنت کی انہار صرف اگلے جہان سے مخصوص نہیں ہیں
بلکہ دریائے نیل، دریائے فرات، دریائے جیحون اور
دریائے سیحون بھی انہارِ جنت میں سے ہیں۔

(المسلم باب الجنة)

• ان دو حقیقتوں کی وضاحت کے بعد لفظ رَفْرَف اور هُدْ هُدْ کی حقیقت از روئے لُغت پیش خدمت ہے۔ منجد میں لکھا ہے۔

رَفْرَفَ الطَّائِرُ بَسَطَ جَنَاحَيْهِ وَحَرَّكَهُمَا

یعنی پرندہ جب پر پھیلا کر اُنہیں ہلاتے ہوئے دوڑے تو عربی زبان میں اس کیفیت کو رَفْرَفَ الطَّائِرُ کے الفاظ سے ادا کرتے ہیں۔ گویا رَفْرَفَ الطَّائِر کے معنی ہیں، پرندے نے اپنے پروں کو پھڑپھڑایا اور رَفْرَفَ الشَّيْءُ صَاتَ یعنی اگر کوئی شے آواز نکالے تو اُسے بھی رَفْرَفَ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی لکھا ہے الرَّفْرَافُ طَائِرٌ يُسَمُّونَهُ خَاطِفُ ظِلِّهِ یعنی رَفْراف ایک ایسے تیز پرندے کا نام ہے جس کا دوسرا نام خَاطِفُ ظِلِّهِ بھی ہے۔ یعنی اتنا تیز پرواز کہ نگاہ اُس کے سائے کا تعاقب نہ کر سکے۔ ایسے ہی لکھا ہے الرَّفْرَافُ الظَّلِيمُ لِاَنَّهُ يَرِفُّ بِجَنَاحَيْهِ ثُمَّ يَعْدُوْ یعنی شتر مرغ کو بھی رَفْراف کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ دونوں پَر مارتا ہوا دوڑتا ہے۔ پھر لکھا ہے اَلرَّفْرَفُ شِبْهُ الطَّاقِ عَلَيْهَا طَرَائِفُ الْبَيْتِ یعنی وہ تختے یا پڑچھتیاں جن پر گھر کا قیمتی سامان رکھا جاتا ہے انہیں بھی عربی زبان میں رَفْرَف کہا جاتا ہے۔ پھر اقرب میں لکھا ہے۔ ذَاتُ الرَّفِيفِ سُفُنٌ تُنْضَدُ سَفِيْنَتَانِ اَوْ ثَلَاثٍ یعنی وہ شاہی کشتیاں جو منزلہ یا سہ منزلہ ہوں عربی میں ذات الرفیف کہلاتی ہیں۔

پھر اقرب اور منجد میں لکھا ہے کہ الرَّفْرَفُ : اَلْفِرَاشُ الْبَسِيْطُ، اَلْوِسَادَةُ یعنی بچھونے، سرہانے کو رفرف اور اُس تکیہ کو رَفْرَف کہتے ہیں جو مسند کا کام دے۔

اب ان تمام معنوں کے پیشِ نظر غور فرمایئے کہ قرآن کریم کے ان الفاظ میں کہ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ یعنی یہ کہ جنت میں مومنوں کو رفرفیں عطا کی جائیں گی۔ جن کا رنگ سبز ہو گا اور بناوٹ کے اعتبار سے محیّر العقول ہوں گی اور صورت کے لحاظ سے نہایت حسین ہوں گی۔

ظاہر ہے کہ اگر رَفْرَف کے جملہ مفاہیم کو پیشِ نظر رکھا جائے تو رَفْرَف کا نمونہ دورِ حاضر کی برق رفتار سواریاں ہیں جو اپنی بناوٹ کے اعتبار سے حسین و جمیل ہیں اور جب دوڑتی یا اڑتی ہیں تو پھڑپھڑاہٹ کی آواز پیدا کرتی ہیں اور پھر ان میں بعض سواریاں ایسی بھی ہیں جن میں نہایت آرام دہ تکیے لگے ہوئے ہیں اور صرف تکیے ہی نہیں بلکہ اگر لیٹنا چاہیں تو نرم نرم بچھونے بھی موجود ہیں اور اگر سامان رکھنا چاہیں تو تختے اور پڑچھتیاں موجود ہیں اور اگر شہروں کے اندر جانا چاہیں تو دو منزلی لوکل بسیں موجود ہیں اور اگر فضائی سفر کرنا چاہیں تو خاطف ظلہ یعنی جن کے سایہ کا نگاہ تعاقب نہ کر سکے۔ برق رفتار طیور یعنی طیارے موجود ہیں۔

سو یہ علیم و خبیر خدا ہی کی شان ہے کہ جس نے ایک رَفْرَف کے لفظ میں تمام سواریوں کا نقشہ پیش فرما دیا ہے۔ اس موقعہ پر یہ عمل قابلِ وضاحت

ہے کہ یہ رَفرَف اس دنیا کی ہے اور یہ دُنیا کافروں کی جنت ہے لہٰذا اس رفرف میں کافر و مومن ہر دو شریک ہیں۔ لیکن بعد از موت جو رَفرَف ہو گی وہ صرف مومنوں کے لئے مخصوص ہو گی۔ نیز لفظ خُضْرٍ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں سبز رنگ خصوصی حیثیت اختیار کر جائے گا۔

● رَفرَف کے بعد دوسرا لفظ هُدْ هُدْ ہے۔ یہ لفظ بھی اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے۔ لغت میں هُدْ هُدْ کے معنے دَوِیُّ الْبَحْرِ اور اَصْوَاتُ الْجِنِّ کے لکھے ہیں۔ یعنی سمندر کی گونج اور ایسی آوازیں جو سنائی تو دیں لیکن بولنے والے سامنے نہ ہوں۔ اسی بناء پر ایک ایسے پرندے کا نام هُدْ هُدْ رکھا گیا ہے جس کی عادت ہے کہ وہ درختوں کے پتّوں میں چھپ کر اپنی چونچ کو اس طرح مارتا رہتا ہے جس طرح کہ چکی کو ہنگورنے والا لوہے کی منقار سے چکی کے پاٹ کو ہنگورتا ہے۔ اسی لئے پنجاب کے بعض علاقوں میں هُد هُد کو چکی را کہتے ہیں اور بعض علاقوں میں ترکھان پکھی کہتے ہیں۔ ایسے ہی هُد هُد کی کُنیّت ابوالاخبار بھی ہے۔ یعنی خبریں پہنچانے والا اور پھر لکھا ہے کہ عرب لوگ کسی شخص کی بصارت اور تیز نگاہی کی تعریف کرنا چاہیں تو اس کے متعلق کہتے ہیں فُلَانٌ اَلْعَبَدُ مِنْ هُد هُد یعنی فلاں شخص هُد هُد سے بڑھ کر تیز نگاہ ہے اور یہ بات عرب لوگ اس بناء پر کہتے ہیں کہ هُد هُد کے متعلق اُن کا خیال ہے کہ زمین اُس کے لئے شیشے کی طرح ہے اور وہ زمین کے نیچے کے پانی کو دیکھ لیتا ہے۔ لفظ هُد هُد کے ان جُملہ اوصاف کے پیشِ نظر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے مخالفوں کے ارادوں اور اُن کی سازشوں سے باخبر رہنے کے لئے ایک ایسا محکمہ قائم فرمایا ہوا تھا جو نہایت تیز رفتاری سے ان کو دشمن کی خبریں خفیہ طور پر پہنچاتا رہتا تھا اور انہیں یہ اطلاعات۔ ایسے خفیہ انداز میں ملتی تھیں کہ خود آپ کے ساتھ رہنے والے لوگوں کو بھی معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ یہ اطلاعات کیونکر پہنچتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو مسخر کیا ہوا ہے جو آپ کو خبریں پہنچاتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس محکمہ کو پوشیدہ رکھنے کے لئے یہاں تک احتیاط فرمائی ہوئی تھی کہ اس محکمہ کے افسر کا نام اپنی پُر حکمت اور مناسب حال اصطلاح کے مطابق هُدْ هُدْ رکھ چھوڑا تھا۔ لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام کے طَیْر اور هُدْ هُدْ سے مراد وہ شعبہ ہے جس کا کام پوشیدہ طور پر اطلاعات حاصل کرنا اور آپ تک پہنچانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کا قرآن شریف میں اس لئے ذکر فرمایا تاکہ بتایا جائے کہ اسلام اور خدام اسلام کی خدمت بجالانے کے لئے کچھ ایسی ایجادات وجود میں آئیں گی جو اصوات الجن کے مشابہ ہوں گی یعنی آوازیں تو سنی جائیں گی مگر بولنے والے سامنے نہیں ہوں گے اور پھر ایسے آلات بھی پیدا ہو جائیں گے کہ دور بیٹھے بولنے نظر آنے لگیں گے۔ سو یورپ کے موجدوں نے آج ٹیلیگرام، ٹیلیفون، ریڈیو، لاسلکی اور پھر ٹیلی ویژن (ٹیلی فیکس، ڈش انٹینا) جیسی ایجادات ایجاد کر دی ہیں یہ ٹھیک ہے کہ یہ ایجادات فی الحال اپنی ملکیت اور ان کی ہی ایجاد کردہ ہیں مگر کل کو تو یہ تمام هُد هُد اسلام کی خدمت کے لئے مسخر ہونے والی ہیں۔ هُد هُد کا ذکر قرآن شریف کی سورۃ نمل میں ہے اور سورۃ نمل کا تعلق پندرہویں صدی میں ہے یہ آلات کفر و ضلال کی نسبت اسلام کے لئے استعمال ہوں گے۔ انشاءاللہ۔

اُس جانِ کائنات کو پانا ہے زندگی

وہ آنکھ کیا جو ذکرِ الٰہی میں تر نہیں
وہ دل ہی کیا جسے کوئی عقبیٰ کا ڈر نہیں
یہ اور بات ہے تجھے ذوقِ نظر نہیں
نورِ خدا وگرنہ کہاں اور کدھر نہیں
یہ فصلِ گل، یہ حسنِ گلستاں، یہ چاندنی
جلوے تو بے نقاب ہیں اہلِ نظر نہیں
اُس جانِ کائنات کو پانا ہے زندگی
وہ جس کو مل گیا اُسے کوئی خطر نہیں
پا کر اسے جو ڈھونڈے کسی اور کو کبھی
ہو گی نظر کسی کی وہ میری نظر نہیں
سب مشکلوں کا ایک ہی مشکل کشا ہے وہ
اس کے سوا ہمارا کوئی چارہ گر نہیں
صد حیف ایسی موت پہ جو زندگی نہ ہو
وہ زندگی ہی کیا ہے جو برق و شرر نہیں
رونق ہے جن گلوں سے تو سمجھا ہے ان کو خار
کچھ بھی تجھے تو معرفتِ خیر و شر نہیں
مشکل کے وقت کام جو آئے وہی ہے دوست
ورنہ جہاں میں دوست کوئی معتبر نہیں
صدّیق ہیں عبث تری ساری عبادتیں
دل میں اگر محبتِ خیر البشرؐ نہیں

(ماہنامہ "الفرقان" ربوہ جون ۱۹۶۹ء)
مکرم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری